اسلامی تناظر میں تربیت کی اہمیت

ڈاکٹر جہانگیر شاہ*

امیرنواز مروت**

Abstract

The current education system is lacking in the field of training and practical education.The aim of the study was to make the masses aware about the importance of training and education according to the teaching of Islam. For this purpose data was collected from the relevant verses of the Holy Quran and Hadith Islamic and other books. According to the study it was found out that training may not be over looked and may be taken in to consideration in all walks of life. It is suggested that apart from knowledge education and training must be promulgated for the overall development of an individual.

Key words: *Islam, Training, the Holy Quran and Hadith, humanity*

تربیت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتی ہے۔ اس لئے سب سے اول مربی اللہ تعالیٰ خود ہیں۔ اور رب کا استعمال مطلقاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ تربیت کا حق اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے بندوں کو منتقل ہوتا ہے اور امت کا مربی وقت کا پیغمبر ہوتا ہے اس کے بعد یہ سلسلہ انبیاء کے نائبین کو سونپا جاتا ہے۔ اسی طرح والدین اپنی اولاد کے مربی اور استاد اپنے شاگردوں کا مربی ہوتا ہے

*لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور۔

**اسسٹنٹ پروفیسر/ڈپٹی ڈائریکٹر، ہائیر ایجوکیشن ٹیچرز ٹریننگ اکیڈمی(HETTA)،حیات آباد، پشاور

اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

تربیت ہی کی وجہ سے ایک انسان کے اندر انسانیت کے جواہر اجاگر ہوتے ہیں اور تربیت ہی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے۔ تربیت وہ چیز ہے کہ جو اگر کتے کو دی جائے تو اس کا شکار کیا ہوا انسان کے لئے حلال اور پاک تصور کیا جاتا چنانچہ انسان جیسے اشرف المخلوقات کو اگر اس تربیت کے مرحلے سے گزارا جائے تو وہ کندن بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تربیت کے سلسلے میں پیغمبر اسلام نے معاشرے کے تقریباً تمام افراد کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہذا وقت کا حکمران ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق باز پرس ہو گی اور ہر عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا سو تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہو گا"۔ ۱

امور آخرت کی طرف صحابہ کرام کے دلوں کو مائل کرنے کے لئے گوناگوں طریقوں سے ان کے دل ودماغ کو بیدار کیا۔کبھی جنت کی وسعتوں اور راحتوں کو بیان فرماکر اور کبھی جہنم کی آفتوں اور مشکلات کو سامنے لاکر ان کے اندر اعمال کا داعیہ پیدا کر کے آخرت کے لئے تیار فرمایا۔ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: "**مارأیت مثل النار نام هاربها ولا مثل الجنة نام طالبها**"۔ ۲ ترجمہ: میں نے دوزخ جیسا حال نہیں دیکھا اس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور میں جنت جیسا حال بھی نہیں دیکھا اس کا چاہنے والا سو رہا ہے۔ تربیت کے دنیوی فوائد تو ظاہر ہی ہیں کہ اولاد اور متعلقین انسان کے کام آتے ہیں اور ملک وملت کے صحیح معنوں میں خادم بنتے ہیں اور ایک مسلمان کی نیک نامی اور نیک شہرت کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تربیت کی وجہ سے انسان کے مزاج کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ اپنی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں صرف کرنا شروع کرتا ہے۔

جس کی وجہ سے یہ اجر وثواب تربیت کرنے والوں کو بھی پہنچتا ہے۔ حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے ، صدقہ جاریہ، علم نافع اور صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔۳

ظاہر ہے اولاد کی صالحیت کا تعلق تربیت کے ساتھ ہے۔ اگر خدانخواستہ صحیح تربیت سے اولاد محروم رہے تو بندہ مذکورہ فائدہ سے محروم رہ جاتا ہے جو کہ اخروی زندگی کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی نبوی تربیت کا حصہ ہے کہ انہوں نے اپنی امت کو سستی، کوتاہی اور ظالموں کی ہاں میں ہاں ملانے سے منع فرمایا؛ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"عن حذیفة قال قال رسول الله لا تکونوا امعة تقولون ان احسن الناس احسناً وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اسآء و فلا تظلموا"

ترجمہ:حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا؛ ہاں میں ہاں میں ملانے والے مسلمان مت بنو یہ کہنے لگو کہ اگر لوگوں نے بھلے کام کئے تو ہم بھی کریں گے اگر انہوں نے ظلم وزیادتی کی تو ہم بھی یہی کریں گے لیکن (خبردار) اپنے نفسوں کو اس بات کا خوگر بناؤ کہ اگر لوگوں نے اچھے کام کئے تو تم بھی اچھے کام کرو گے اور اگر انہوں نے برے کام کئے تو تم ظلم نہیں کرو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا آپس کی محبت و ہمدردی، ایثار و قربانی اور اخلاص و نیک نیتی انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔

تربیت ہی سے یہ بات ممکن ہوئی کہ عرب کے وحشی انسانیت کی معراج تک پہنچے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ شیر وشکر ہو گئے اور تربیت ہی تھی کہ انہوں نے نبی ﷺ کی آواز پر گھر بار چھوڑ دیا اور مہاجر کہلائے اور اسی تربیت کا کرشمہ تھا کہ مدینہ کے لوگوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں پر سب کچھ نچھاور کیا اور انصار کالقب پایا۔

تربیت کہتے ہیں کسی شئے کو درجہ بدرجہ پرورش کر کے حد کمال تک پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ کو رب بھی اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ علامہ راغب لکھتے ہیں کہ؛ **"الرب فی الاصل التربیته وھو انشاء الشئی حالا فحالا الی حد التمام"** ۔۵ قرآن کریم کی متعدد آیتیں اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت کو بیان کرتی ہیں۔جس میں حیوانات ، کیڑے مکوڑوں کی پیدائش اور

تربیت سے لے کر اشرف المخلوقات حضرت انسان کی پیدائش اور پرورش کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر حضورﷺ کی حالت کو قرآن بیان کرتا ہے (الشعراء، آیت نمبر۱۱۲، ۱۱۷) کہ اے پیغمبر؛ ''بھروسہ کر اس زبردست رحم والے پر جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور تیرا پھرنا نمازیوں میں''۔۶ یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا غافل یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور نماز میں نقل وحرکت کرتا ہے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ ۷

نبوی تربیت کی مثال:

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں ایک رات نبی کریمﷺ اچانک نکلے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ آہستہ آواز میں نماز میں تلاوت کر رہے ہیں اور عمرؓ کے پاس سے گزرے تو وہ اونچی آواز سے تلاوت فرما رہے ہیں جب وہ دونوں پیغمبر اسلام کے پاس آئے تو ان سے وجہ پوچھی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا؛ ''**اسمعت من ناجیت یا رسول الله**'' اے اللہ کے رسول جس ذات کو سنانا تھا اس کے ساتھ سرگوشی کر رہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے پر فرمایا یا رسول اللہ **اوقظ الوسنان وأطرد الشیطان** میں سوتے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا تو نبی کریم علیہ السلام نے ابو بکر سے فرمایا **یا ابابکر ارفع من صوتک شیئاً** تم اپنی آواز تھوڑی اونچی رکھو۔ **وقال لعمر اخفض من صوتک شیئاً** تم اپنی آواز تھوڑی پست رکھو۔۸

یہاں پر تربیت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کی تلاوت جیسی عظیم عبادت کے اندر بھی اگر اعتدال کی شان مدنظر نہ ہو تو اس میں بھی بد مزگی پیدا ہو جاتی ہے جو اعتدال اور تربیت کے مرہون منت ہیں۔

تربیت سے پہلے اور تربیت کے بعد

علی بن جہم ایک فصیح شاعر تھا۔ مگر دیہاتی طبیعت اس پر بہت غالب تھی۔ ایک دن یہ شاعر بغداد کے شہر میں داخل ہوا ایک آدمی نے ان سے کہا کہ جو خلیفہ کی مدح و ثنا

کرتا ہے۔ خلیفہ اس کو بہت کچھ دیتا ہے یہ شاعر بہت خوش ہو کر قصر خلافت کی طرف چلا اور خلیفہ کے ہاں آکر بیٹھا اس نے دیکھا کہ اس کی مجلس میں بہت سے شعراء بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنا اپنا نصیب لے رہے ہیں اور خلیفہ سطوت وجبروت کے ساتھ بہت خوش بیٹھے ہیں۔ یہ شاعر خلیفہ کی تعریف کرنے لگا اس کے شعر کا ترجمہ یہ ہے؛

اے خلیفہ تم کتے جیسے ہو وفا میں اور بکری جیسے ہو اپنی حفاظت کرنے میں اور پانی کے مٹکے جیسے ہو جس میں نفع کی چیز ڈالی جاتی ہے ، کب سے خلیفہ کی مثالیں کتے، بکری، اور مٹکے پر دی جاتی ہے مگر یہ تو دیہاتی تھا جبکہ خلیفہ کی مثال ہمیشہ دھوپ، چاند اور خوشبودار پھول پر دیجاتی ہے۔ خلیفہ کو سمجھ آئی کہ اس شاعر پر دیہات کی طبیعت زیادہ غالب ہے خلیفہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ اس شاعر کو خوبصورت محل میں رہائش دی جائے جس میں حسین سے حسین باندیاں آئیں جائیں اس شاعر کو محل میں رہائش ملی۔ باندیاں اس کے پاس آتی جاتی۔ خوبصورت بستر پر سویا کرتا تھا۔ ایسے سات مہینے گزر گئے۔ ایک دن خلیفہ نے اس شاعر کو بلایا اور کہا اے علی مجھے شعر سناؤ تو اس نے اپنے شعر میں ہرن کی مثال دی اور خوبصورت آنکھوں کی مثال دی کہ انہوں نے میرے شوق کو جگادیا اور بہت خوبصورت اشعار کہتا رہا پھر خلیفہ کو دھوپ وستاروں کے ساتھ تشبیہہ دی۔[9]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ تربیت کی وجہ سے انسان کی اچھی صلاحیتیں ٹھکانے لگتی ہیں اور وہ ایک کارآمد انسان بن جاتا ہے۔

ماحول کا بھی اثر انسانی زندگی پر گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پاکیزہ زندگی کا تعلق پاکیزہ ماحول کے ساتھ وابستہ ہے۔ ماحول میں خوش اخلاق، باکردار اور باصلاحیت لوگوں کی اکثریت ہے۔ تو مزاج کے اندر ان صفات کا غلبہ ہو گا اور اگر اس کے برعکس حالات ہیں تو انسانی زندگی کی پرورش اس نہج پر ہو گی۔ یہی وجہ ہے قرآن نے کفر، شرک اورناجائز خواہشات کو فتنہ کہا ہے اور کافروں اور مشرکین کو ظالم کہہ کر ان سے بچنے کی تلقین کی ہے؛ "**واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة**" [10] ترجمہ:اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر ایک چیز کی اپنی قیمت ہوتی ہے اور انسان کی قیمت وہ چیز ہے جو اُسے خوبصورت بنائے ، یعنی تربیت۔[11] جاہل پر عالم کی

فضیلت کا راز بھی یہی تربیت ہے۔ اسی طرح ناتجربہ کار پر تجربہ کار کی فضیلت بھی تربیت کی مرہون منت ہے۔

نبی کریمﷺ نے جس طرح امت کو اولاد کی تربیت کے بارے میں آگاہ کیا اور اس کی اہمیت بتا دی۔ اسی طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی کے نشیب وفراز سے بھی مطلع کر دیا۔ انسانی زندگی میں خوشحالی اور بدحالی ناگزیر حقیقتیں ہیں۔ بدحالی میں انسان ڈر اور خوف کا شکار ہو کر حوصلہ کھو بیٹھتا ہے اور خوشحالی میں آپے سے باہر ہو کر ظلم وتعدی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں رسول اکرمﷺ نے امت کی مکمل رہنمائی کی ایک دفعہ مدینہ منورہ میں رات کے وقت کوئی سخت شور سنائی دیا۔ سب صحابہ گھروں سے نکلے اور شور کی جانب چل دیئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریمﷺ وہاں سے واپس آ رہے ہیں اور ابوطلحہؓ کے آنگن میں گھوڑا بندھا ہوا تھا جس کا نام مندوب تھا۔ آپﷺ نے وہ گھوڑا کھولا اور ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر دور تک حالت کا آنکھوں دیکھا حال دیکھنے کے بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا ''گھبراؤ نہیں میں دور تک دیکھ آیا ہوں خطرے کی کوئی بات نہیں''۔

''عن انس قال؛ کان النبی ○حسن الناس، واجود الناس، واشجع الناس قال وقد فزع اھل المدینہ لیلۃ سمعوا صوتاً قال فتلقاھم النبی و علی فرس لابی طلحۃ عریٍ وھو متقلد سیفہ فقال ' لم تراعوا لم تراعوا' ثم قال رسول اللہﷺ ○وجدتہ بحراً یعنی الفرس ھذا حدیث حسن صحیح''۔ ۱۲

ترجمہ:حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تمام لوگوں میں حسین ، فیاض اور بہادر تھے۔ فرمایا ایک مرتبہ مدینہ کے لوگوں نے ایک چیخ سنی جس سے وہ پریشان ہوئے تو نبی علیہ السلام نے حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کا تعاقب کیا اس حال میں کہ اپنی تلوار کو کندھے پر لٹکایا ہوا تھا۔ واپسی پر فرمایا مت ڈرو ، مت ڈرو! پھر رسول اللہﷺ نے فرمایا میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا۔

اس حدیث مبارک کے اندر امت کو خوف کے حالات میں سنبھلنے کی تربیت دی اور جرأت وبہادری کا سبق دیا۔ پیغمبر خداﷺ ہر لحاظ سے اہل ایمان کے پیشوا تھے۔ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے، کے اصول کے مطابق حضورﷺ سب سے پہلے نکلے اور حالات

کی خبر لی قوم کو سکون سے رہنے کو کہا۔ حدیث میں دوسرا سبق یہ ہے کہ منفی مزاج اور نظریات وخیالات سے انسان کی ہمت پست ہوتی ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ کا اونٹ دبلا پتلا کمزور تھا اور اس نے اس کمزوری کی شکایت بھی کی لیکن حضورﷺ نے فرمایا ''کہ میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا، انسان ہو یا حیوان اس کے اندر بھی کمزوریاں ہوتی ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ اچھی صفات کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ تربیت کے موقعوں پران مثبت صفات کو اجاگر کیا جائے تو حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں حضورﷺ کی ایک صفت بشیر بھی ہے یعنی نیکوکاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا۔ خوشخبری سے چونکہ حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

خدمت خلق پر امت کو ابھارا تاکہ امت کے اندر لینے والوں کے بجائے دینے والوں کی کثرت ہو اور یوں ان کی دنیا وآخرت دونوں کی تعمیر میں سبب انفاق فی سبیل اللہ بنے حدیث میں ارشاد گرامی ہے ''**والید العلیا خیر من الید السفلی**'' دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔[۱۳] اسی طرح مخلوق خدا کو کسی بھی تعلق سے تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا۔ نماز کے اندر اس قسم کی حرکات کی قباحت بڑی سختی اور تاکید سے بیان کیا۔ حضورﷺ نے فرمایا جوشخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہے وہ جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔[۱۴]

یہی مسئلہ ہر بڑے مجمع کا ہے خواہ سبق کا ہو یا وعظ کی مجلس ہو یا جمعہ کا ہو۔ صرف دو صورتوں میں آگے بڑھنے کی گنجائش ہے۔ ایک لوگوں نے آگے جگہ خالی چھوڑ دی ہو اس کو بھرنے کے لئے دوسرے کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر آگے بڑھنا۔ بعض حالات میں لوگوں کے باہمی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے کوئی ضابطہ بنانا پڑتا ہے جیسے پانی پلانے اور اس طرح کے دوسرے امور میں دائیں جانب سے شروع کرنا۔ ایک بار نبی کریمﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ آپﷺ نے نوش فرمایا ، آپﷺ کی بائیں جانب ابوبکر صدیقؓ اور دائیں جانب کوئی دیہاتی تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ابوبکرؓ کو عنایت فرمائیے۔ آپﷺ نے دیہاتی کو دیا جو دائیں جانب تھا اور ارشاد فرمایا ''**الا یمن فالایمن**''

دایاں پھر بایاں"۔ ۱۵

اور یہ ضابطہ بنانے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ بعض لوگ ضد کرتے ہیں اور کسی کی برتری تسلیم نہیں کرتے کہ اس سے ابتداء کی جائے تو ایسی صورت میں جھگڑا ختم کرنے کی یہی صورت ہے۔ اسی طرح کا ایک اور ضابطہ یہ بنایا گیا کہ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی نوبت آئے تو صاحب خانہ امامت کرے دوسرا شخص اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔

"لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانه". ۱۶

ترجمہ: کوئی آدمی کسی دوسرے کی جائے اختیار میں امامت نہ کرے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک مشرک نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے نبی عجیب آدمی ہیں۔ وہ تمہیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ انہوں نے تمھیں بے وقوف سمجھ رکھا ہے کہ معمولی معمولی باتیں بھی سکھاتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی نے دانشمندانہ طریقے سے جواب دیا۔ ہاں! ہمارے نبیﷺ ہمیں استنجاء کرتے وقت چار باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ تو غور کر تمہاری عقلیں ان باتوں تک پہنچی ہیں۔

"قال سلمانؓ اجل نهانا ان نستقبل القبلة بغائط او ببول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی احدنا باقل من ثلاثة احجار او ان ان نستنجی برجیع او بعظم". ۱۷

ترجمہ: ہمارے نبیؐ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم استنجا کرتے وقت نہ تو کعبہ شریف کی طرف منہ کریں نہ پیٹھ (کیونکہ یہ بات کعبہ کے تعظیم کی منافی ہے) تمہاری عقلیں اس تک نہیں پہنچتی ہیں۔

۲۔ ہمارے نبیؐ نے ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے۔ (اس میں اشارہ ہے کہ نبیﷺ اچھے برے کاموں کے لئے ہاتھوں کی تقسیم کی ہے)۔

۳۔ ہمارے نبیﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم بڑے استنجاء میں کم از کم تین پتھر ضرور استعمال کریں(اور تم ایک پتھر استعمال کرتے ہو صفائی کا خیال نہیں ہے)۔

۴۔ ہمارے نبی نے ہمیں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ہم لید گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کریں (کیونکہ پہلے دو خود ناپاک ہیں اور ہڈی چکناہٹ یا تیز ہونے کی وجہ سے زخمی ہونے کا خطرہ ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی ہدایت اور پیغمبر کی تربیت کے بغیر آدمی یہ معمولی کام بھی سلیقہ سے انجام نہیں دے سکتا۔ تو اس بات کا غیر مسلمین کو بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر کی تربیت صرف عبادات یا اخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ حصول طہارت کے سلسلے میں پیغمبر اسلام نے امت کی خوب خوب تربیت فرمائی ہے۔

قرآن کریم تربیت کے حوالے سے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیتا ہے وہ اس کی فطرت ہے انسانوں کو اپنی فطرت کے تقاضوں کے برعکس رخ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر حق کو قبول کرنے کی استعداد وسعت کو رکھا ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہر اچھی بات و اچھا عمل اور بھلائی چاہے اس کا تعلق قول یا فعل سے ہو یا حال سے ہو فطرت انسانی اگر سلیم ہو تو اس کو بلا جھجک قبول کرتی ہے اور اسی فطرت کی تربیت کے لئے قرآن اتارا گیا اور لوگوں نے اس کو سیکھا اور فطرت کے تقاضوں کو اپنایا اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سنت کے ذریعے اس کی تفصیلات معلوم کی اور یوں اس تعلیم وتربیت کے نتیجے میں وہ لوگ کامیاب ہوئے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے **"ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال ثم نزل القرآن فعلموا من القرآن والسنة"**۔ [۱۸]

معلوم ہوا تربیت ہی سے انسان اپنی انسانیت کے دائرے میں رہتا ہے اگر اس سے لاپرواہی کی جائے تو انسان اپنے دائرے سے باہر ہو کر حیوانیت کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔ اس لئے بچپن ہی سے تربیت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ آہستہ آہستہ انسانیت کی یہ نرسری باغ وبہار بن کر اپنا پھل دینے لگے اور زاغون کے بجائے بلبلوں کا مسکن بنے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **"ادبنی ربی تادیباً حسنا اذ قال خذ العفوا وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلین فلما قبلت ذلک منه قال انک لعلی خلق عظیم"**۔ [۱۹]

ترجمہ: میرے رب نے مجھے بہترین ادب سکھایا عفوودرگزر سے کام لینے کو کہا اور نیکی کا حکم دینے کو اور بے خبر لوگوں سے رخ موڑنے کو کہا جب میں ان تمام تعلیمات پر پورا اترا تو مجھے یہ خطاب کیا کہ اے پیغمبر تو اخلاق کی اعلیٰ قدروں پر فائز ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی طبعیت میں سختی اور نرمی دونوں چیزیں موجود ہوتی ہیں اور تربیت کے

ذریعے ان کو غلبہ دیا جاسکتا ہے۔

سیرت النبیﷺ کے مطالعہ سے یہ بات بھی اب سامنے آتی ہے کہ تربیت میں سب سے مقدم اپنے اہل عیال ہے اور اپنے اہل وعیال کو مقدم رکھنا بھی چاہیئے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے؛قوا انفسکم واھلیکم ناراً، اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

حضرت ابوھریرؓہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسولﷺ نے فرمایا ''اے بنی عبدالمطلب اپنے کو اللہ کے عذاب سے چھڑاؤ اے رسولﷺ کی پھوپھی صفیہ اور اے رسول اللہﷺ کی چہیتی بیٹی اپنے کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ۔ میں اللہ کے عذاب کو تم سے دور نہیں کر سکوں گا۔ میرے مال میں سے جو چاہو مانگو''۔[۲۰] اسی طرح نسلی اور قومی عصبیت کے بارے میں رسول اللہﷺ نے صحابہ کی ایسی تربیت فرمائی کہ صحابہ شیر وشکر ہو گئے اور قرآن حکیم نے ان کو رحماء بینکم کا خطاب دیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مہاجر اور ایک انصار ی کے درمیان کسی بات پر تو تو میں میں کی نوبت آئی جب حضورﷺ کو معلوم ہوا تو حضورﷺ نے ان سے خطاب کر کے اس قسم کی بیہودہ خیالات کو جاہلیت سے تعبیر فرمایا؛

''عن جابر بن عبداللہ قال کسع رجل من المھاجرین رجلاً من الانصار فقال الانصاری یا للانصاروقال المھاجری یا للمھاجرین فقال رسول اللہﷺ لا مابال دعوی الجاھلیة دعوا الکسعة فانھا منتنة''۔ [۲۱]

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک آدمی نے انصار کے ایک آدمی کو بُرا بھلا کہا تو انصاری نے انصار کو(مدد) کے لئے بلایا اور مہاجر نے مہاجرین کو ، تو نبی کریمﷺ نے فرمایا(خطبہ میں) سنو! یہ جاہلیت کے نعرے کیسے؟ چھوڑ دو ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کو یہ بدبودار نعرہ ہے۔

اسی طرح نبی کریمﷺ نے فکری لحاظ سے صحابہ کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف بغض، حسد اور کینہ جیسی باطنی برائیوں کا علاج کیا۔ اس سے فکری لحاظ سے اپنے اہل

وعیال اور ماتحتوں کی تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور فکر ی تربیت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ایک فرد یا قوم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ اور ملک وملت کا خادم بن سکتا ہے۔تعلیم وتربیت کے سلسلے میں جہاں ہر ایک کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے وہاں ان کے تربیت کی حدود بھی متعین کی گئی ہیں۔ مثلاً بچوں کی تربیت ، بڑوں کی تربیت ، ماتحتوں کی تربیت وغیرہ۔ ایک حدیث میں بڑوں کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ جب امیر اپنے ماتحتوں کے بارے میں شکوک وشبہات کے درپے ہو گا تو ان کو اخلاقی لحاظ سے مزید بگاڑ دے گا۔

"عن ابی امامةؓ عن النبیﷺ قال ان الامیر اذا ابتغیٰ الریبۃ فی الناس افسدھم"۔ ۲۲

ترجمہ: حضرت ابی امامہ نبی کریمﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جب امیر اپنے ماتحتوں کے اندر شبہات تلاش کرے گا تو ان کو بگاڑ دے گا۔

عفو ودرگزر کا مزاج تربیت سے بنتا ہے۔ اسی طرح طبعیت میں نیکی کی اہمیت اور قدر ہو گی۔ تب بندہ اس کی طرف دوسروں کو دعوت دے سکتا ہے۔پیغمبرﷺ کا انداز تربیت عموماً مثبت ہوتا تھا۔ آپﷺ نے تربیت کے موقع پر انسان کی حالت اور نفسیات کا مکمل خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے رمضان میں روزہ کی حالت میں روزہ یاد ہوتے ہوئے بیوی سے صحبت کر لی جوش میں یہ حرکت ہو تو گئی مگر بعد میں پشیمان ہوئے اور حضورﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ میں تباہ ہو گیا، آپﷺ نے پوچھا کس چیز نے تباہ کر دیا ؟ انہوں نے واقعہ عرض کیا۔ حضورﷺ نے عرض کیا ایک رقبہ آزاد کرو اس نے کہا میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ حضورﷺ نے فرمایا پھر لگاتار دو مہینے کے روزے رکھو۔ انہوں نے اس سے بھی معذوری کا اظہار فرمایا۔ حضورﷺ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے کہا میرے اندر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ آپﷺ نے ان سے بیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپﷺ کے پاس ایک بڑا بورا جس میں چھوہارے تھے لایا گیا۔ آپﷺ نے وہ چھوہارے ان کو دیئے اور غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے فرمایا۔ جب بورا مل گیا تو انہوں نے عرض کیا۔ یا

رسول اللہ ﷺ مدینہ کے دو پاٹوں کے درمیان میرے گھر سے زیادہ غریب کوئی گھر نہیں۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا جاؤ گھر میں کھا لو۔۲۳

اس حدیث میں دیگر بہت سے فوائد کے علاوہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی ﷺ کی تربیت کے اصول بھی مستنبط کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کہ وہ دیہاتی پوری ڈھٹائی کے ساتھ کہتا ہے کہ ''انی واقعت امرأتی'' میں نے اپنی بیوی سے صحبت کر لی۔ آداب نبوت کو خیال میں لائے بغیر اس طرح کا انداز خطاب غیر مناسب اور غیر معقول تھا۔ اور اس طرح کے تخاطب کی شریعت میں ممانعت آئی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے انداز سماعت اور گفتگو سے اشارہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو انتہائی نرمی اورمشفقانہ انداز میں مخاطب فرمایا کسی قسم کی درشت خوئی کا مظاہرہ نہیں کیا۔اور نہ اس کو ڈانٹا۔ ایک اصول یہ نکلتا ہے کہ مخاطب کی بات توجہ سے سننا چاہیے اگرچہ وہ مجرم کیوں نہ ہو۔

تربیت کا ایک عظیم فائدہ یہ ہے کہ انسانی متاع عزیز جس کو ہم وقت، عمر یا زندگی سے تعبیر کرتے ہیں ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور وقت ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر ہاتھ آتا نہیں۔ شاعر نے اس تصور کی نمائندگی ان الفاظ میں کی ہے۔

اذا المرء اعیته المروئة ناشیاً

فمطلبها کھلا علیه شدید

آدمی جب جوانی کی عمر میں مردانگی کی صفات حاصل کرنے میں عاجز رہ جائے تو ادھیڑ عمر میں اس کو پانا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔

جب انسان تربیت کی دولت سے آراستہ ہو کر آتا ہے تو وہ ملکی ، ملی اور دینی ہر لحاظ سے ایک قیمتی فرد تصور کیا جاتا ہے۔ تربیت ایک ایسی دولت ہے جس کے ساتھ مال اور دولت، جائیداد اور سرمایہ یا دوسری دنیاوی شہرت نہ بھی ہو تو انسان کو کامل بنا دیتا ہے۔ بقول شاعر:

اذا المرء لم یدنس من اللؤم عرضه

فکل رداءٍ یرتدیه جمیل

ترجمہ: جب آدمی کی آبرو قابل ملامت کردار سے گندی نہ ہوئی ہو تو وہ جو چادر بھی اوڑھے وہ اس کے لئے خوبصورت ہو گی۔

دین اسلام اور شریعت مطہرہ کے اندر جو عبادات متعین ہیں ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ انسان کی تربیت ہو جائے۔ اس کے اندر انسانیت کے جو جواہر ہیں ، انصاف، امن ، محبت ، ہمدردی ، صلہ رحمی اور بھائی چارہ نکھر کر سامنے آجائیں۔ مثلاً نمازِ پنجگانہ سے تواضع اور عاجزی کی صفات زکوٰۃ سے انسان دوستی کی صفات کے حصول کے ساتھ ساتھ حبِ مال کی قبیح صفت کا خاتمہ بھی مطلوب ہے۔ اسی طرح روزہ سے ضبط نفس روحانی تربیت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ہی حج بیت اللہ سے اطاعت خداوندی میں ترقی اور اللہ کے راہ میں مال اور جان خرچ کرنے کی صفات پیدا ہو جائیں۔

قرآن کریم کی سورۃ نمل میں ہد ہد کی خدمت کا تذکرہ موجود ہے۔ جو ایک طرف سیدنا سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا تو دوسری طرف تربیت نبوی کا شاہکار تھا۔ بعض علماء نے 'وتفقد الطیر' سے بادشاہ کا اپنے رعایا کے احوال کی خبر گیری کو مستحب قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوستوں اور بھائیوں کی نگرانی ہے۔ بقول شاعر:

سن سلیمان لنا سنة　　　وکان فما سنه مقتدیٰ

تفقد الطیر علی ملکه　　　فقال مال لا اریٰ الهدهد[۲۴]

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام نے ہمارے لئے جو طریقہ چھوڑا ہے اور وہ اپنے اس طریقہ میں ہمارا پیشوا ہے۔ اپنی بادشاہت میں ایک دن پرندے کو نہیں پایا تو فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے کہ ہد ہد (پرندہ) نظر نہیں آتا؟

قدیم ایران کے مجوسی سپہ سالار کا بیان قابل ذکر ہے جو اس نے نماز کے اجتماعی پہلو پر کیا تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں جب مسلم فوجیں ایران میں داخل ہوئیں تو اس وقت وہاں چھت والی مسجدیں نہ تھیں۔ چنانچہ یہ لوگ بہت بڑی تعداد میں کھلے میدان میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے لگے۔ رستم نے باجماعت نماز کے منظر کو دیکھا تو چیخ کر کہا :

"آکل عمر کبید یعلم الکلاب الاداب".

ترجمہ: عمرؓ نے میرا جگر کھا لیا کتوں کو اداب سیکھا رہا ہے۔

انسانی تعلیم و تربیت اور اس کے مؤثر ہونے پر فاروق اعظمؓ کو اتنا یقین تھا کہ ایک دفعہ فرمایا:

" من لم یؤدبه الشرع لا ادبه الله".

ترجمہ: جس کو شریعت مؤدب نہیں بناتی خدا کرے وہ کبھی ادب سے بہرہ مند نہ ہو۔

ان کی غرض یہ ہے کہ شریعت نے اخلاق و قوائد کا جو سانچہ بتایا ہے وہی تادب کے لئے کافی ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہونے سے خود بخود ادب اور سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے۔[۲۵]

تربیت سے عاری اور بے ادب انسان کے بارےمیں فارسی کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بے تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش درهمہ آفاق ذد

ترجمہ: بے ادب صرف اپنے ساتھ برائی نہیں کر رہا ہے بلکہ پوری دنیا کو آگ میں جھونک رہا ہے۔

ظاہری بات ہے کہ ادب کا تعلق اچھی تربیت کے ساتھ ہے۔ تربیت کے فقدان کی وجہ سے انسان کے اندر حیوانیت کے جذبات (ظلم، حسد، کینہ، دشمنی اور قطع رحمی) جیسی بری صفات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کر کے انسان ایک حیوان بلکہ ایک درندے کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ جس کا مقابلہ جنگل کے چیتے اور شیر بھی نہیں کرسکتے۔

تربیت جتنی اہمیت رکھتی ہے اتنی ہی اس کی ذمہ داری بھی اہم ہے۔ اس سلسلے میں حضورﷺ فرماتے ہیں:

" ہر شخص کے ساتھ اس کے نفس اور اس کے اہل وعیال کی مسؤلیت بھی لگی ہوئی ہے یعنی ہر شخص نہ صرف اپنی نجات کی فکر کریں بلکہ اپنے اہل وعیال کی نجات کی فکر بھی کریں۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلط طرز عمل سے اپنی اہل وعیال کے لئے غلط مثال چھوڑ

دی یا اپنے رویہ سے ان کو غلط راہ پر ڈالا تو اس نے نہ صرف اپنے تباہی کا سامان کیا بلکہ ان کو بھی ابدی ہلاکت میں ڈالا۔ ۲۶

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اسلام نے روزِ اول سے ہی تعلیم وتربیت کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو عملی اعتبار سے انسان ناقص رہ جاتا ہے۔ دور حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے کالجوں اور جامعات سے بدعنوان اور خدا نا ترس اور مادیت کے مارے ہوئے ذہن والے معاشرے میں آتے ہیں۔ اور ان کی تمام تر کوشش بجائے خدمت خلق اور ہمدردی کے اپنے معیار زندگی کو بلند کرنا ہوتا ہے، چاہے کسی بھی طریقے سے کیوں نہ ہو۔یہی صورت حال معاشرے کے ہر طبقے کا ہے تو یہ حکومت وقت کی اہم اور اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو تربیت کی دولت سے مالا مال کرے۔ اس کے لئے جتنے بھی ذرائع ہیں ان کو استعمال کریں۔ اس کے لئے مخصوص قانون سازی کرے۔ حکومت اور تعلیمی ادارے مکان کی تعمیر کے بجائے انسان کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔ تعلیم وتعلم کو تجارت کے بجائے عبادت کا درجہ دینے کے لئے آمادہ ہوں۔ ہر میدان میں اترنے سے پہلے اس میدان میں جملہ احکامات سے اپنے آپ کو مزین کریں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد اس طرف مشیر ہے۔ ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا :

"قال عمرابن الخطاب لا يبع في سوقنا الا من تفقه في الدين". ۲۷

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا جس کو خرید وفروخت کا سلیقہ معلوم نہ وہ ہمارے بازار میں نہ آئیں۔

حوالہ جات

۱۔ احمد بن حنبل، *المسند*، بیروت، الامام دار الفکر ۱۹۹۴ء، ج ۲،ص ۲۰۷۔

۲۔ جامع ترمذی،محمد بن عیسیٰ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ج۲،ص۸۷۔

۳۔ الامام، محمد بن عبداللہ، *مشکاۃ المصابیح*، کراچی، مکتبۃ البشریٰ ۲۰۱۲ء، ج ۱،ص۲۱۶،۲۱۵۔

۴۔ *جامع ترمذی*، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی ج۲، ص۲۱۔

۵۔ الراغب، الحسین بن محمد بن المفضل ،*مفردات القرآن*، بیروت،دار الفکر، ۲۰۰۹، ص۱۴۰۔
۶۔ الشعراء، ۲۶:۲۱۷،۲۱۸،۲۱۹۔
۷۔ تفسیر عثمانی،*سورہ الشعراء*، حاشیہ نمبر ۹۔
۸۔ الخطیب، محمد بن عبداللہ، *مشکاۃ المصابیح*، کراچی، مکتبہ البشریٰ ۲۰۱۲ء، ج۲، ص۵۹۔
۹۔ پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی، *استمتع بحیاتک*، اردو مترجم، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۳۲ھ،ص۳۴،۳۵۔
۱۰۔ الانفال۸:۲۵
۱۱۔ *احکام القرآن*، ابو عبداللہ الغاری، الجز السادس، ص۵۰۔
۱۲۔ *ترمذی*، ایچ ایم سعید کمپنی، ج۱،ص۲۹۸۔
۱۳۔ *ترمذی*، ج۲،ص۵۹۔
۱۴۔ *ترمذی*، ایچ ایم سعید کمپنی،ج۱،ص۱۱۴۔
۱۵۔ *مشکٰوۃ المصابیح*، مکتبۃ البشریٰ کراچی، ۲۱۰۲ء،ج۳، ص۵۱۱۔
۱۶۔ *مشکٰوۃ المصابیح*، مکتبۃ البشریٰ، ۲۱۰۲ء،ج۲ ، ص۲۵۔
۱۷۔ *ترمذی*، ج۱،ص۱۰۔
۱۸۔ *احکام القرآن للقرطبی*، محمد بن عبداللہ الانصاری، بیروت،ج ۱،ص۱۳۲۔
۱۹۔ *قرطبی*، ج۱۸،ص۱۴۹۔
۲۰۔ *مسند للامام احمد*، ج۳،ص۲۶۰۔
۲۱۔ *مسند احمد*، ج۵،ص۱۹۱۔
۲۲۔ *قرطبی*، ج۶، ص۲۱۸۔
۲۳۔ محمد بن عیسیٰ، *جامع ترمذی*، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج۱۔
۲۴۔ العلامہ، محمد علی الصابونی،*صفوۃ التفاسیر*، دار احیاء التراث العربی، طبع ۵۹۹۱ء،ج ۴، ص ۲۸۰۔
۲۵۔ مولانا، محمد حنیف ندوی، *افکارِ ابن خلدون*، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۲۔
۲۶۔ مولانا، آمین احسن اصلاحی، *تدبر قرآن*، لاہور، فاران فاؤنڈیشن ۵۰۰۲ء، ج ۶، ص۵۷۴۔
۲۷۔ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ، ترمذی، *جامع ترمذی*، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ج۱، ص ۱۱۰۔